

سر سید رحمہ اللہ کے اخلاق و خصائل (مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ)

03

مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

الفاظ	مفہوم
خصائل	خصلت کی جمع، عادات
تکؤن	ایک حالت میں نہ ہونا، رنگارنگ
ترکاریاں	سبزیاں
فواکہ	پھل، میوہ جات
جبلت	فطرت
مدرس	معلم، درس دینے والا، استاد
غائر نظر	گہری نظر سے دیکھنا
فیاض	سخی
جفاکشی	مشقت کی عادت
قوی	قوت کی جمع، طاقتیں
دامنی	ہمیشہ کی
جودت	عقل کی تیزی، فراست، خردمندی
ہم چشم	ایک جیسا رتبہ یا پیشہ رکھنے والا، دوست
خطبات احمدیہ	سرولیم میور کی کتاب ”لائف آف محمد ﷺ“ کے اعتراضات کا جواب، یہ کتاب بارہ خطبات پر مشتمل ہے۔
پانی پت	ہندوستان کا مشہور شہر جس کے قریب میدان میں تین بڑی جنگیں ہوئیں۔ 1526ء، 1556ء اور 1761ء۔ یہ الطاف حسین حالی رحمہ اللہ کا وطن ہے۔
سائینٹفک سوسائٹی	انگریزی کتب کے تراجم کرنے کا ادارہ، یہ ادارہ اردو، انگریزی مضامین شائع کرتا اور اخبار بھی نکالتا۔
صدقِ مودت	پچی دوستی
شاق	صدمہ، گراں، برا، دشوار

بدرجہ غایت	جد درجہ، اعلیٰ درجے کا
انسیت	محبت، انس
ناسور	وہ زخم جو ٹھیک نہ ہو۔
سیرچشی	قتاعت
گوشوارہ	حساب کتاب کا چارٹ
اغماض	چشم پوشی کرنا
ملال و کلال	رنج و غم
عرفی	مشہور، عام
موہوم	ہلکی سی، معمولی سی
تن من دھن نثار کرنا	سب کچھ قربان کر دینا
ملکات	صلاحتیں، سیرتیں، مہارتیں
ذکی الحس	بہت حساس، نازک مزاج
ماندگی	سستی، تھکان
محنت شاقہ	سخت محنت
خس کی ٹٹی	خوش بُودار گھاس سے بنا ہوا پردہ یا چھپر جو کھڑکیوں اور دروازوں کے آگے لگایا جاتا تھا۔
سرشت	عادت، فطرت

(بورڈ 2008-2011)

خلاصہ:

مولانا الطاف حسین حالی کا شمار اردو ادب کے اور کلاں خستہ میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے۔ سنی سرسیدؒ کے اخلاق و فضاں میں انہوں نے سرسید احمد خانؒ کی سیاح جادید کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

سرسید احمد خانؒ کے دست خوان پر دوست اور مہمان ہمیشہ موجود ہوتے۔ جس دن کوئی مہمان نہ آتا وہ خوش و خرم دکھائی نہ دیتے اور جس دن زیادہ مہمان آجاتے اُس دن ان کے گھر عید ہوتی۔ اگرچہ کھانوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی تھی مگر ہمیشہ عمدہ کھانا ہی پکتا اور اگر کبھی عمدہ کھانا نہ ملتا تو بھی خوش ہو کر کھا لیتے سبزیاں اور پھل انہیں بہت پسند تھے خاص طور پر آم اور خربوزے۔ جوانی میں خوراک زیادہ تھی جو بڑھاپے میں کم ہو گئی تھی البتہ ہر کھانے کے بعد پائو سیر دودھ بلاناغہ پیتے تھے۔ سرسید احمد خانؒ فطری طور پر خوش طبع اور ہنس مکھ آدمی تھے۔ تحریر و تقریر دونوں میں ان کی یہ خصوصیت صاف جھلکتی تھی۔ اُن کی شوخی اور ظرافت میں شائستگی اور اعتدال ہر حال میں موجود ہے۔ سرسیدؒ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ وہ اپنے مطالعے کے ذریعے مصنف کے خیالات سے آگاہ ہونا چاہتے تھے۔ کسی کتاب میں کوئی کام کی بات ہوتی تو اُس پر پینسل سے نشان لگا دیتے اور کسی اخبار میں کوئی اُن کے کام کا مضمون ہوتا تو اسے کاٹ کر اپنی فائل میں چسپاں کر دیتے۔

وہ خطوں کے جواب ضرور دیتے تھے اور اُس میں تاخیر نہیں کرتے تھے۔ اس معاملے میں وہ دوستوں کے ساتھ ساتھ چھوٹوں کا بھی اتنا ہی خیال رکھتے۔ محنت اور جفاکشی سرسیدؒ کے خاص اوصاف ہیں۔ وہ فطری طور پر جفاکش آدمی تھے کسی کام سے ہمت نہ ہارتے اور کسی مشکل سے نہ گھبراتے۔ سرسیدؒ غیر معمولی طور پر محنتی تھے ان کی ذہانت ان کے دائمی غور و فکر کا نتیجہ تھی حالاں کہ وہ بچپن میں عام بچوں کی طرح تھے۔ اُن کی ذہانت کا راز یہ ہے کہ انھوں نے قدرت کی طرف سے عطا کیے گئے حافظہ سے خوب خوب کام لیا۔ خطباتِ احمدیہ لکھنے میں انھوں نے اس قدر مشقت کی کہ پاؤں میں مرض پیدا ہو گیا جو تمام عمر ان کے ساتھ رہا۔ سائنٹیفک سوسائٹی کی عمارت بنواتے ہوئے وہ سخت گرمی اور دھوپ میں کھڑے رہتے۔ سرسیدؒ دوستوں کے ساتھ بہت خوش رہتے تھے یہی زندہ دلی تھی جو تھکن اور ملال کو قریب نہ آنے دیتی۔ اُن کے ملازم تک اُن سے بے تکلف تھے۔ بچے جو عام طور پر بوڑھوں سے دور بھاگتے ہیں سرسید کے پاس خوش رہتے تھے۔

سرسید احمد خانؒ کی ایک اہم خصوصیت اُن کی راست بازی تھی وہ بے حد مخلص اور سچے آدمی تھے اُن کی یہ صفت اُن کی تحریروں میں دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے اپنے عمل سے یہ درس دیا کہ سچ بات کہنے میں کسی کی ملامت سے ہرگز نہ گھبرائیں اور اس بات کا بھی خیال نہ کریں کہ کوئی آپ سے متفق ہے یا نہیں۔ سرسیدؒ چوں کہ خود راست باز تھے اس لیے وہ دوسرے راست بازوں کی بھی قدر کرتے تھے۔ سرسیدؒ کو اپنے خاندان سے بے حد محبت تھی وہ اپنے بھائی کی موت کا صدمہ زندہ کی بھر نہ بھلا سکے۔ اسی طرح وہ اپنی والدہ کے بھی بے حد فرماں بردار تھے۔ سرسیدؒ کو دہلی سے بہت زیادہ اُنس تھا اور دلی کے اجڑنے کا صدمہ ان کے لیے روگ بن گیا تھا غور سے دیکھا جائے تو یہ ان کی اپنی قوم سے ہمدردی اور بھلائی تھی۔

نواب محسن الملک سرسیدؒ سے بے حد متاثر تھے اور ان کا ذکر ہمیشہ محبت اور عقیدت سے کرتے تھے۔ کوئی شخص اگر ایک مرتبہ سرسیدؒ سے وابستہ ہو جاتا تو ہمیشہ کے لیے انھی کا ہو رہتا۔ سرسیدؒ بڑے فراخ دل اور فیاض تھے جو کچھ کمایا ملک و قوم کی بھلائی اور مذہب کی حمایت میں خرچ کر دیا۔ وہ ایک ایسے درخت کی مانند تھے جو اپنے پھل، سائے اور لکڑی سے مخلوق کے کام آتا ہے۔ گھریلو اخراجات میں بھی وہ حساب کتاب کے قائل نہیں تھے۔ سرسیدؒ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا وہ فطری طور پر عالی ظرف اور عالی حوصلہ تھے ان کی والدہ نے ان کی بڑی اچھی تربیت کی تھی۔ ان کی والدہ نے ان کے دل میں یہ بات بٹھادی تھی کہ انتقام لینا خود اپنے آپ کو بڑوں جیسا بنالینا ہے۔ انتقام لینا ایسا ہی ضروری ہو تو قادرِ مطلق پر چھوڑ دینا چاہیے کہ اللہ سب سے بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ سرسیدؒ کو مسلمانوں کی ترقی بہت زیادہ عزیز تھی اور اسی لیے وہ حاکمانِ وقت سے ملتے رہے لیکن حقیقت میں وہ دنیا داری سے ہمیشہ دور رہے۔ سرسید احمد خانؒ نے اپنے اوپر جن فرائض کو لازم قرار دے لیا تھا اس کے علاوہ وہ کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اگرچہ سرسیدؒ بعض اوقات نجی محفلوں میں اپنی قوم کی طرف سے کسی قدر مایوسی کا اظہار بھی کرتے تھے لیکن مسلمانوں کی ترقی کے لیے ان کی کوششوں میں پھر بھی کمی نہیں آئی۔ اپنی قوم کو دنیاوی ذلت سے نکالنے کے لیے سرسیدؒ نے اپنا تن من دھن سب قوم پر قربان کر دیا۔ (حیاتِ جاوید)

پیرا گراف کی تشریح

اقتباس: ”اپنے وطن کے ساتھ ہر شخص کو عموماً الفت و موانست ہوتی ہے۔ مگر سرسیدؒ کی محبت اپنے وطن کے ساتھ عجیب طرح کی تھی۔ گو بظاہر سرسیدؒ نے دلی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی تھی۔ ان کے آریٹیکلوں میں یا اسپچوں اور لیکچروں میں یا پرائیویٹ خطوں میں جہاں کہیں دلی کا ذکر آ گیا ہے ان کا دل اُٹے بغیر نہیں رہا۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو سرسیدؒ کے دل میں قوم کی بھلائی کا خیال اور قومی ہمدردی کا جوش زیادہ تر دلی ہی کی تباہی اور بربادی نے پیدا کیا۔ سرسیدؒ جیسے ذکی الحس آدمی کے لیے یہ انقلاب ایک تازیانہ تھا۔ دلی کا سانادیکھ کر ایسی چوٹ ان کے دل پر لگی جو رفتہ رفتہ اور آخر کار ناسور بن گئی۔“

حوالہ متن:-

سبق کا عنوان: سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل

مصنف کا نام: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ

سیاق و سباق:

سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ بڑے مہمان نواز تھے۔ مزاجاً وہ خوش طبع اور ہنس مکھ تھے۔ انھیں بچپن ہی سے مطالعے کی عادت تھی۔ وہ خطوں کا جواب دینے میں فیاض تھے۔ وہ محنتی اور جفاکش تھے۔ وہ دوستوں کو اپنی زندگی کا لازمی عنصر سمجھتے تھے۔ بچوں پر شفیق اور مزاجاً زندہ دل تھے۔ وہ راست بازی کو اپنا دین و ایمان سمجھتے تھے۔ انھیں اپنے وطن سے، اپنے خاندان کے افراد سے، اپنے دوستوں سے اور اپنے لگے بندھوں سے بڑی محبت تھی۔ وہ غریبوں کے ہمدرد تھے۔ وہ انتہائی عالی ظرف تھے اور دشمنوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ وہ ایسے شخص تھے جو ایک معمولی امید پر کہ شاید قوم دنیوی ذلت سے نکلے، اپنا دھن، تن، من سب قوم پر قربان کر گئے۔

تشریح: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اردو ادب کے ارکانِ خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے۔ سبق سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل میں انھوں نے سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ جاوید کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف کہتے ہیں کہ اپنی جائے ولادت، جنم بھومی، گھر، شہر اور اپنے ملک سے محبت اور الفت کا جذبہ ہر ذی روح میں فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔ ایک درخت کو کسی جگہ سے اکھاڑ کر نئی جگہ لگا دیا جائے تو عارضی طور پر وہ بھی مرجھا جاتا ہے۔ سرد علاقوں میں رہنے والے پرندے برفانی موسم میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے میدانی علاقوں میں آ جاتے ہیں لیکن جوں ہی موسم سازگار ہوتا ہے واپس اپنی سرزمین پر پلٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کیسی ہی عمدہ، خوب صورت اور حسین سرزمین پر چلا جائے اپنے وطن کی یاد ضرور ستاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختمی مرتبت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے تو پلٹ پلٹ کر دیکھتے اور یہ کہتے کہ ارض مکہ تجھ سے بچھڑنے کا مجھے بڑا دکھ ہے لیکن مکہ والے اب مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اپنی سرزمین سے محبت کا جذبہ سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ میں دلی کے حوالے سے کچھ زیادہ ہی جذباتی نوعیت کا تھا۔ سرسید رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تصانیف میں ”آثار الصنادید“ شامل ہے۔ جس میں سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے دلی کی اہم عمارات، اہم شخصیات اور اہم واقعات کو جمع کیا ہے۔ جوان کی دہلی سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے یہ جذباتی کیفیت 1857ء میں دلی کی تباہی اور بربادی ہی نے ان کے دل میں پیدا کی تھی۔ 1857ء کی ناکام جنگِ آزادی کے اختتام پر انگریزوں نے مسلمانوں کو بدترین انتقام کا نشانہ بنایا۔

مغل حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہی آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو قید کر کے رنگون بھیج دیا گیا۔ شاہی خاندان کے تمام افراد کو تہ تیغ کرنے پر کمر کس لی گئی۔ شہزادوں کو چن چن کر مارا گیا، شہزادیوں کو رسوا کیا گیا۔ امرا کی تذلیل کی گئی، معیشت تباہ ہو گئی، جاگیریں چھین لی گئیں، دکانیں قبضے میں لے لی گئیں، مسلمان مفلس اور بے آسرا ہو گئے۔ لوگوں کو طرح طرح کی سزائیں دی جانے لگیں، سزائے موت کا شکار عموماً مسلمان ہی ہو رہے تھے۔ ہر ایک کو جان کے لالے پڑے تھے اور تباہی و بربادی کا راج تھا۔

ان حالات میں ہر صاحبِ دل خون کے آنسو بہا رہا تھا اور سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ جو صاحبِ دل ادیب تھے، قوم کے سچے ہمدرد اور خیر خواہ تھے، غیر معمولی طور پر حساس تھے۔ ان کے لیے دلی کے یہ حالات اور حکومت کی تبدیلی حب الوطنی میں شدت کا محرک بنی۔ انھیں ہندوستان اور خصوصاً دلی سے بے حد محبت تھی اور اس محبت کا اظہار ان کی تحریروں، مضامین، تقاریر اور خطبات کے علاوہ نجی خطوط میں بھی والہانہ انداز سے ہوا ہے۔ اصل میں دلی صرف ان کا شہر نہ تھا بلکہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کا شہر تھا۔ یہ شہر مسلم تہذیب کا شاہکار تھا۔

دلی کی تباہی سے ان کے دل پر ایک شدید صدمہ اور چوٹ لگی اور اسے انھوں نے مستقل روگ بنا لیا۔ اس کے بعد ہی انھوں نے اپنے شب و روز ہم وطنوں کے لیے وقف کر دیے۔ ملک بھر کے دورے کیے، سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی، اصلاحی تحریک شروع کی۔ ادبی، سماجی، سیاسی اور دینی شعبوں میں قوم کی درستی کے لیے مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ تہذیب الاخلاق جیسا اصلاحی رسالہ جاری کیا۔ تحریک علی گڑھ درحقیقت سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی وطن سے موانست، محبت اور الفت ہی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ سرسید خان رحمۃ اللہ علیہ کے عملی اقدامات کے علاوہ ان کی تقریر و تحریر سے بھی دلی اور وطن سے محبت کا جذبہ خوب اندر رہا ہے۔ سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ مسلمانوں کی تباہی کے حوالے سے لکھا تھا:

”کوئی بلا آسمان سے ایسی نہیں اتری جس نے زمین پر پہنچنے سے پہلے کسی مسلمان کا گھر نہ ڈھونڈا ہو۔“

سچ یہ ہے کہ سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ جیسے حساس اور صاحب دل ادیب نے دلی کی تباہی کو جس انداز سے اپنے لیے صدمہ محسوس کیا اس سے کہیں زیادہ انھوں نے اپنے کردار و عمل سے اس احساس کا حق بھی ادا کیا۔ مسلمانوں کی فلاح اور بھلائی کے لیے باقی عمر وقف کر دی اور جب تک زندہ رہے اسی محبت کا حق ادا کرتے رہے۔

اقتباس: دوستوں اور مہمانوں سے ان کا دسترخوان بہت کم خالی ہوتا تھا۔ جس دن کوئی مہمان نہ ہوتا وہ کھانا کھاتے وقت بٹاش نہ ہوتے تھے اور جس دن زیادہ مہمان ہوتے اس دن ان کے گھر عید ہوتی تھی۔ کھانوں میں زیادہ تر تعداد ورتوں نہیں ہوتا تھا مگر کھانا عموماً عمدہ ہوتا تھا۔ اگر کسی موقع پر کھانا عمدہ نہیں ملتا تھا تو جیسا مل جاتا تھا خوشی سے، بغیر ناک منہ چڑھائے سیر ہو کر کھا لیتے تھے۔ فصل کی ترکاریاں اور فواکہ خصوصاً آم اور خربوزے نہایت مرغوب تھے۔

(بورڈ 2022)

حوالہ متن: سبق کا عنوان: سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل
مصنف کا نام: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ

سیاق و سباق: اس اقتباس کے لیے اوپر دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

تشریح: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اردو ادب کے ارکانِ خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے۔ سبق سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل میں انھوں نے سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ جاوید کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف سرسید احمد خان کی شخصِ خوبیوں میں سے مہمان نوازی اور خوش خوراک پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ سرسید بہت مہمان نواز تھے۔ وہ برصغیر کی اہم شخصیت تھے۔ ان کا حلقہ احباب وسیع تھا۔ دوست ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ بڑے گھرانے سے تعلق کے سبب واقفیت کا دائرہ وسیع تھا۔ محبتِ شفقت کی وجہ سے سب ان سے الفت رکھتے تھے۔ ملنے کے لیے آنے والوں کی تعداد وسیع تھی۔ یوں دسترخوان پر اکثر دوست ساتھ شریک ہوتے۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ کسی کھانے کے موقع پر مہمان شریک طعام نہ ہوں۔ ان کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ کھانا کھائے بغیر کسی کو جانے نہ دیتے تھے۔ جیب و دل کا دامن وسیع تھا۔ مہمان نوازی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس روز کوئی مہمان دسترخوان میں شریک نہ ہوتا سرسید تر و تازہ نہ ہوتے۔ ان کی خوشی مہمان نوازی میں تھی چنانچہ جب مہمان نہ ہوتا تو بٹاش نہ ہوتے جس روز زیادہ مہمان آتے اس دن ان کے گھر میں روز عید کا سماں ہوتا جیسے عید کے موقع یہ طرح طرح کے پکوان پکاتے جاتے ہیں۔ کھانوں کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ سب خوشی مناتے ہیں۔ اسی طرح جس دن سرسید کے ہاں مہمان زیادہ ہوتے ان کے گھر میں رونق، کھانے اور خوشی دیدنی ہوتی۔

مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔

مہمان نوازی سرسید کی امتیازی صفات میں سے تھی مہمان کی خاطر مدارت دل و جان سے کرتے البتہ کھانوں کی تعداد میں تلون نہیں تھا۔ مطلب طرح طرح کے پکوان زیادہ تعداد میں نہیں پکاتے جاتے تھے۔ یہ نہیں اہتمام کیا جاتا تھا کہ گوشت کے اتنے پکوان ہوں، بیٹھے پکوان اتنے ہوں۔ پلاؤ اس طرح کے ہوں وغیرہ، بلکہ تعداد کی بجائے معیار دیکھا جاتا۔ کھانے تعداد میں زیادہ نہیں ہوتے تھے لیکن عمدہ ہوتے تھے۔

سرسید کھانے میں پسندنا پسند دیکھ کر نہیں کھاتے تھے۔ پسند کے کھانے تیار کرنے کا اہتمام بھی نہیں کرتے تھے کہ آج یہ یہ پکایا جائے بلکہ جو مل جاتا کھا لیتے۔ اگر کبھی ایسا ہوتا کہ کھانا عمدہ نہ ہو تو جیسا ہوتا بغیر برا منائے ہنسی خوشی کھا لیتے موسمی سبزیاں پسند کرتے تھے موسم گرمیوں میں جو سبزیاں بھنڈی، توری، کدو، کرلی وغیرہ ہوتے ہیں۔ وہ پسند تھے اسی طرح موسم سرما میں گو بھی، مولی، شلجم، گاجر، مٹر، پالک ہوتی ہے وہ بھی پسند تھیں۔ اس طرح پھلوں میں آم بہت پسند تھے۔ آم پھلوں کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ لنگڑا، چونسہ، دسہری وغیرہ۔ ان کو پھلوں میں خاص طور پر آم پسند تھے اور خر بوزے پسند تھے۔

اقتباس: ”اس جلی مہر و محبت کا مقتضا تھا کہ وہ پرانے رفیقوں اور نوکروں اور لگے بندھوں کو تا بمقدور عمر بھر اپنے ساتھ نباہنا چاہتے تھے۔ جس شخص کے قدم ان کے ہاں جم گئے پھر نہ وہ اس کے اپنے پاس سے جدا کرنا چاہتے تھے اور نہ وہ ان سے جدا ہونا چاہتا تھا۔ اول تو وہ کسی کی شکایت سنتے نہ تھے اور اگر کوئی کسی ملازم کی کوئی شکایت کرتا تھا تو اس کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ان کے ایک قدیم ملازم کی لوگوں نے ان سے بارہا شکایت کی مگر وہ کسی طرح ان کے دل سے نہ اترتا۔ ہمیشہ ان کا معتمد علیہ اور سفر و حضر میں ان کے ہمراہ رہا اور آخر انھیں کی رفاقت میں مر گیا“
(بورڈ 18، 2013)

سرسید رحمہ اللہ کے اخلاق و خصائل

حوالہ متن :-

مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ

سبق کا عنوان :

سیاق و سباق : اس اقتباس کے لیے اوپر دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

تشریح :- مولانا الطاف حسین حالی کا شمار اردو ادب کے ارکانِ خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے۔ سبق سرسید رحمہ اللہ کے اخلاق و خصائل میں انھوں نے سرسید احمد خان رحمہ اللہ کی حیاتِ جاوید کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف کہتے ہیں کہ سرسید رحمہ اللہ میں مہر و محبت کا مادہ غیر معمولی تھا وہ قدرت کی طرف سے ایک حساس دل لے کر آئے تھے۔ چنانچہ وہ مستحقوں اور غریبوں کی امداد اہل خانہ سے محبت، دوستوں سے پر خلوص تعلق اور قومی کاموں میں مصروف رہتے۔ مولانا حالی رحمہ اللہ چوں کہ طویل عرصہ اُن کی صحبت میں رہے ان کی شخصیت کا بغور مشاہدہ کیا تب ”حیاتِ جاوید“ لکھی اور ان کی شخصی خوبیوں کو اس مہارت سے اجاگر کیا کہ سرسید رحمہ اللہ کی لفظی تصویر نگاہوں کے سامنے بن جاتی ہے۔ دیگر خوبیوں کے ساتھ مہر و محبت کا مادہ سرسید میں کوٹ کر بھرا ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ ان تمام افراد سے دلی محبت کرتے تھے۔ جن کا اُن سے تعلق بن جاتا نواب محسن الملک نے ایک موقع پر سرسید رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کسی شخص کی ذات میں اس قدر خوبیاں جمع نہیں دیکھیں۔ ان کی سچی محبت اور خلوص کی وجہ سے جو شخص ان کے ہاں قدم جمالیتا پھر وہ ان سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا اور نہ وہ اُسے جدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے رفیقوں یعنی ساتھیوں، نوکروں اور ان لوگوں سے جن سے روزمرہ معاملات کے سلسلے میں تعلق رہتا تھا۔ ہمیشہ ساتھ نباہنا چاہتے تھے اور اس معاملے میں کسی کی باتوں میں نہیں آتے تھے۔ لوگوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ ایک دوسرے

کے خلاف غیبت، چغلی کر کے نفرت پیدا کرتے ہیں لیکن سرسید رحمۃ اللہ علیہ کسی کی باتوں پر کان نہ دھرتے۔ اسلام بھی ہمیں یہی نصیحت کرتا ہے کہ سنی سنائی بات پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔

سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں دیگر سماجی برائیوں کے خلاف مضامین لکھے وہاں اس برائی کے خلاف عملی اقدامات کیے اُن کا ایک پُرانا ملازم تھا جس کے خلاف لوگوں نے کئی بار شکایت کی لیکن سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کی بات پر کان نہ دھرا بلکہ اس ملازم پر وہ بھرپور اعتماد کرتے رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ سرسید رحمۃ اللہ علیہ بُروں کی بجائے برائی سے نفرت کرتے تھے۔ ان کا موقف تھا کہ اگر ہم بُرے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کریں گے تو ان کی شرانگیزیوں اور بڑھیسوں کی اور معاشرے کے خلاف وہ زیادہ نقصان دہ ثابت ہوں گے۔ لہذا ان سے نفرت کی بجائے ان کا نفسیاتی جائزہ لیا جائے کہ کن حالات نے انہیں اس سماجی برائی میں مبتلا کیا ہے پھر ان حالات کی اصلاح کی جائے۔ اس طرح اس شخص کی اصلاح ممکن ہے۔ چنانچہ وہ ملازم جس کے خلاف لوگوں نے ان کے کان بھرے تھے انھوں نے اس کو ملازمت سے نکالا نہ اپنے سے دور کیا بلکہ سفر میں، قیام میں ہر جگہ ساتھ رکھا۔ یہاں تک وہ ان کی صحبت میں رہتے ہوئے ہی انتقال کر گیا۔

.....

اقتباس: ”ظرافت اور خوش طبعی ان کی جبلت میں داخل تھی مگر جس طرح ان کی اور باتوں میں بناوٹ نہ تھی اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی میں مطلق تصنع نہ تھا۔ تحریر میں، تقریر میں، بات چیت میں جو لطیفہ یا شوخی ان کو سوجھ جاتی تھی اگرچہ کیسی ہی شرم و حجاب کی بات ہو ان سے ضبط نہ ہو سکتی تھی مگر ہر ایک امر کے بیان کرنے کا خدانے ایسا سلیقہ دیا تھا کہ کوئی بات تہذیب کی حد سے متجاوز نہ ہونے پاتی تھی۔“ (بورڈ 16، 2011)

حوالہ متن:- **سبق کا عنوان:** سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل

مصنف کا نام: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ

سیاق و سباق: اس اقتباس کے لیے اوپر دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

تشریح: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اردو ادب کے ارکانِ نمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے۔ سبق سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل میں انھوں نے سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ جاوید کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف کہتے ہیں کہ سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ جہاں قوم کے ایک عظیم مصلح تھے وہاں خوش طبع انسان بھی تھے۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کی اور اس مقصد کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیے۔ محنت اور جفا کشی اُن کے خاص اوصاف میں سے ایک ہے۔ سخت محنت کے لیے خوش مزاج اور زندہ دل ہونا نہایت ضروری ہے ورنہ انسان بہت جلد تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

ظرافت اور خوش طبعی نہ صرف بولنے اور لکھنے والے کو تروتازہ رکھتی ہے بلکہ سننے اور پڑھنے والے کے لیے بھی خوشی کا سامان اور مسکراہٹ کی وجہ بن جاتی ہے۔ اسی زندہ دلی اور خوش طبعی کی بدولت ہی وہ مسلسل اور بے تکان کام کرنے کے قابل رہتے تھے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوتے تھے، ایک بے تکلفانہ ماحول بنالیا کرتے تھے۔ وہ ہنسی مزاح اور چہل کرتے رہتے تھے۔

خوش گوار ماحول میں انسان نہ صرف زیادہ بہتر انداز سے کام کر سکتا ہے بلکہ اس کے کام کرنے کی صلاحیت میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ سنجیدہ سے سنجیدہ بات میں ہنسی مذاق کا کوئی نہ کوئی پہلو نکال ہی لیا کرتے تھے اور یہ خوش طبعی اور خوش مزاجی اُن کا بنیادی وصف تھی۔ مگر اُن کی یہ خوش طبعی بالکل فطری ہوا کرتی تھی اور اس میں دکھاوے یا نمود و نمائش کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ اُن کی طبیعت کی یہ شوخی اُن کی تحریر و تقریر دونوں میں واضح طور پر محسوس ہوتی ہے۔

سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی منافقت اور ریاکاری سے بالکل پاک تھی۔ اُن کے ظاہر و باطن میں کوئی تضاد نہ تھا۔ جو کچھ اُن کے دل میں ہوتا

تھا، زبان پر لے آیا کرتے تھے۔ وہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنے میں کبھی دکھا دیا بناوٹ سے کام نہ لیتے تھے بلکہ جو کچھ دل میں ہوتا تھا اُس کا برملا اظہار کر دیتے تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے انھیں اظہار کا ایسا عمدہ وصف عطا فرمایا تھا کہ ناقابل بیان بات کو بھی تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اس طرح بیان کرتے تھے کہ کوئی قابل اعتراض پہلو باقی نہ رہ جائے۔ گفتگو کرنے میں انھیں مکمل ملکہ حاصل تھا۔

اُن کی تحریر و تقریر میں مقصدیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور ملکی فلاح و بہبود ہمیشہ اُن کے پیش نظر رہتی تھی۔ تاہم سرسیدؒ کی شوخ اور کھری طبیعت کے اثرات ان کی تحریر و تقریر پر واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ یہ شوخی اُن کی طبیعت کا بنیادی حصہ تھی۔ جس کو اُن کی شخصیت اور تحریر و تقریر دونوں میں واضح طور پر دیکھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے۔

اقتباس: ”راست بازی اور وہ تمام اوصاف جو ایک راست باز آدمی میں ہونے ضروری ہیں، جیسے صدق مودت، حمیت، دلیری اور آزادی وغیرہ اس شخص کی خصوصیات میں سے تھے۔ اس شخص نے اگر سچ پوچھیے تو اپنی آزادانہ تحریروں سے اردو لٹریچر میں آزادی اور سچائی کی بنیاد ڈال دی۔ اس نے لوگوں کو مجبور کیا کہ سچ بات کہنے میں کسی کی طعن و ملامت سے نہ ڈریں۔ جو بات اس کو حق معلوم ہوئی، اس کے کہنے میں کبھی اس بات کا خیال نہیں کیا کہ دنیا میں کوئی دوسرا شخص بھی اس بات میں اس کے ساتھ اتفاق کرنے والا ہے یا نہیں۔“

حوالہ متن:- **سبق کا عنوان:** سرسیدؒ کے اخلاق و خصال

مصنف کا نام: مولانا الطاف حسین حالیؒ

سیاق و سباق: اس اقتباس کے لیے اوپر دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

تشریح: مولانا الطاف حسین حالیؒ کا شمار اردو ادب کے ارکانِ خمہ میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے۔ سبق سرسیدؒ کے اخلاق و خصال میں انھوں نے سرسید احمد خانؒ کی حیات جاوید کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف کہتے ہیں کہ اگر کامیاب اور عظیم لوگوں کے طرز زندگی پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو چند ایک صفات ان تمام انسانوں میں مشترک نظر آئیں گی۔ انہی عظیم صفات میں سے ایک صفت راست بازی ہے۔ جو بہت سی دوسری صفات کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً سچ بولنے والا شخص فطری طور پر مخلص ہوگا یعنی وہ ہمیشہ دوسروں کی بھلائی چاہے گا اور اُن سے سچی محبت کرے گا۔

سچا شخص لازمی طور پر خود دار، غیرت مند اور دلیر بھی ہوگا کیوں کہ اُس کا ظاہر و باطن ایک ہی ہوگا۔ جب کہ اس کے برعکس جھوٹ بولنے والے شخص ظاہر و باطن میں تضاد کی وجہ سے خود اعتمادی اور خود داری کی صلاحیت سے یکسر محروم ہوگا اور اُس کی شخصیت تضادات کا شکار ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ افراد اور اقوام کی ترقی میں بھی راست بازی کو بڑا عمل دخل ہے۔

بد قسمتی سے ہمارے قدیم شعرا اور لکھاریوں نے حقیقت پسندی سے زیادہ خیال پسندی سے کام لیا ہے۔ شاعری، کہانیوں اور افسانوں میں بھی زمینی حقائق کی بجائے تصورات اور تخیلات کی دنیا بسائی گئی۔ ان حالات میں سرسید احمد خانؒ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے اردو ادب میں سچائی کی بنیاد ڈالی اور عوام کی پسند اور ناپسند سے قطع نظر سچ کہا اور سچ لکھا۔ عام لوگ خیالی باتوں کے عادی ہو چکے تھے لہذا اُن کی تحریروں پر سخت تنقید کی گئی اور انھیں غیر ادبی اور غیر معیاری قرار دیا گیا۔ مگر انھوں نے اس مخالفت کی بالکل پروا نہ کی اور کبھی سچائی کا دامن نہ چھوڑا۔ جو بات انھیں حق معلوم ہوئی وہ انھوں نے دل میں رکھنے کے بجائے بیان کر دی۔

سرسید احمد خانؒ کو جو بات سچی اور کھری معلوم ہوئی برملا اُس کا اظہار کیا اور لوگوں کے رد عمل کی کوئی پروا نہ کی۔ عام طور پر ہم لوگوں کی رائے سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ مگر انھوں نے کبھی بھی غلط بیانی سے کام نہ لیا اور اس بات کی ذرا برابر پروا نہ کی کہ لوگ ان کی رائے کی مخالفت کریں گے اور اُسے کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ ان کی اس حقیقت پسندی اور سچ بولنے کی وجہ سے بعض اوقات انھیں شدید

تنقید کا نشانہ بنایا جاتا وہ تنہا اپنے موقف پر ڈٹے رہتے اور محض دوسروں کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے کبھی بھی دروغ گوئی اور جھوٹ کا سہارا نہ لیتے۔

یہ ایک فطری بات ہے کہ سچ بولنے والا شخص صرف سچ بولنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ سچ بولنے والوں کی دل سے قدر کیا کرتے اگر کوئی بڑے سے بڑا نقصان بھی کر دیتا مگر آپ کو سچ سچ بتا دیا کرتا تو وہ اُس کو معاف فرما دیتے۔ اس طرح سیاسی طور پر قد آور شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ علم و ادب میں بھی سرسید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم نام ہیں کیوں کہ وہ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم و ادب میں سچائی کی بنیاد ڈالی۔ اُن کے اس خلوص اور سچائی سے دوسرے ادیب اور شاعر بھی متاثر ہوئے اور یوں اُردو ادب میں سچائی کی بنیاد پڑی جس نے بعد میں براہ راست تحریک پاکستان میں مؤثر کردار ادا کیا.....

اقتباس: مطالعہ کی عادت ابتدا سے ان کی رفیق کار رہی۔ سرسید رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ نہ صرف دل بہلانے یا عبارت کو لطف اٹھانے کے لیے ہوتا تھا اور نہ کتاب دانی کی غرض سے جیسا کہ مدرس اور طلبہ کتاب کے ایک لفظ اور جملے اور تراکیب پر غائر نظر کرتے ہیں بلکہ ان کا مطلب صرف مصنف کے خیال سے اطلاع حاصل کرنا ہوتا تھا۔ جو بات کتاب میں ان کے کام کی ہوتی تھی اس پر پنسل سے نشان کر دیتے تھے اور اگر کوئی مضمون کسی اخبار میں کام کا ہوتا تھا اس ورق کو الگ کر کے اپنے اخبار کی فائل میں جو ہر وقت سامنے رکھا رہتا تھا چسپاں کر دیتے تھے۔ (بورڈ 2017ء)

حوالہ متن:- سبق کا عنوان: سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل

مصنف کا نام: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ

سیاق و سباق: اس اقتباس کے لیے اوپر دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

تشریح: مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اردو ادب کے ارکانِ خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے۔ سبق سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و خصائل میں انھوں نے سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ جاوید کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف کہتے ہیں کہ انسان اپنے ماحول کا پروردہ ہوتا ہے وہ ماحول سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ جاننے کے اس عمل میں ماحول کے ساتھ انسان کا تجربہ بھی شامل ہوتا ہے کئی باتیں انسان اپنے ماحول سے مشاہدے کے ذریعے اور دوسرے افراد سے سیکھتا ہے تو کئی باتیں اپنے تجربے کی بنیاد پر اس کے علم و دانش میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ کتابوں کے مطالعے سے انسان سیکھتا ہے کہ کتابوں میں دنیا بھر کی دانش موجود ہوتی ہے۔ سرسید احمد رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے مطالعے کے شوقین تھے لیکن سرسید رحمۃ اللہ علیہ کتابوں کی عبارت سے لطف اندوز ہونے کے لیے نہیں پڑھتے تھے۔ ان کے مطالعے کا مقصد تفریح نہیں تھا۔ عام طور پر جو لوگ تفریح کی غرض سے مطالعہ کرتے ہیں وہ سنجیدہ اور خالص علمی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ ہلکی پھلکی شگفتہ تحریریں پڑھتے ہیں تاکہ طبیعت پر جو بوجھ ہے وہ اتر جائے۔

سرسید رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ طالب علموں اور اساتذہ کی طرح بھی نہیں تھا۔ طالب علم نے چوں کہ امتحان دینا ہوتا ہے اس لیے وہ کتاب کے ایک ایک لفظ کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ نمایاں کامیابی حاصل کر سکے اور استاد اس لیے کتاب کے مشمولات پر غور سے نظر کرتا ہے کہ اس نے تدریس کا فریضہ سرانجام دینا ہوتا ہے۔ اسے تحریر پر عبور ہوگا تو وہ اپنا کام خوش اسلوبی سے کر سکے گا۔ سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو کوئی امتحان پاس کرنا تھا نہ تدریس کا فریضہ انجام دینا تھا۔ وہ اس لیے مسلسل مطالعہ کرتے تھے کہ لکھنے والوں کے نقطہ نظر سے آگاہ ہو سکیں۔

یوں تو ہر باشعور انسان کے لیے ضروری ہے کہ دنیا میں موجود مختلف نظریات افکار سے آگاہ رہے لیکن ایک مصلح قوم کے لیے یہ امر از حد ضروری ہے کہ اسے ہر طرح کے نظریات کا شعور ہو اور وہ جن خیالات کو اپنی قوم کے افراد کے لیے مفید خیال کرے انھیں اپنی تحریروں کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے اور اگر معاشرے میں کوئی ایسا نظریہ پھیل رہا ہو یا کچھ لوگ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کوئی منفی نظریہ پھیلانے کی کوشش کر

رہے ہو تو اس کا سید باب کیا جاسکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سرسید رحمہ اللہ کے مضامین میں بھی یہ بات موجود ہے کہ معاشرے میں موجود منفی خیالات اور رجحانات کی مذمت کرتے نظر آتے ہیں اور مثبت اور حیات بخش نظریات افکار پھیلانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی تصانیف ”خطبات احمدیہ“ اور رسالہ ”اسباب بغاوت ہند“ بھی اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے موجود غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے لکھی گئیں چنانچہ سرسید احمد خان رحمہ اللہ مطالعہ کے دوران اگر کسی کتاب میں کوئی کام کی بات دیکھتے تو اس پر پینل سے نشان لگا دیتے اور اگر کسی رسالے یا اخبار میں کوئی کام کا مضمون نظر آتا تھا تو اسے کاٹ کر اپنی فائل میں لگا لیتے اور جہاں کہیں ضرورت پڑتی اس سے استفادہ کرتے۔ اس کی ایک مثال ہمارے نصاب میں شامل سرسید رحمہ اللہ کا مضمون ”اپنی مدد آپ“ ہے جس میں انھوں نے ولیم ڈراگن کی ایک تقریر کا اقتباس اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔

کثیر الانتخابی سوالات

- 1- سبق ”سرسید رحمہ اللہ کے اخلاق وخصائل“ کے مصنف کا نام ہے: (A) احمد ندیم قاسمی (B) ابن انشا (C) سرسید احمد خان رحمہ اللہ (D) الطاف حسین حالی رحمہ اللہ
- 2- سبق ”سرسید رحمہ اللہ کے اخلاق وخصائل“ لیا گیا ہے: (A) بورڈ 2015ء (B) حیات جاوید سے (C) چند ہم عصر سے (D) سرسید احمد خان رحمہ اللہ سے
- 3- مولانا الطاف حسین حالی پیدا ہوئے: (A) 1807ء (B) 1817ء (C) 1827ء (D) 1837ء
- 4- سرسید رحمہ اللہ کھانے کے بعد بلا ناغہ پی لیتے تھے: (A) پانی (B) پاؤ پاؤ سیر دودھ (C) لسی (D) جوس
- 5- سرسید رحمہ اللہ کی مرغوب غذا تھی: (A) جوں جاتا (B) گوشت (C) چاول (D) دال
- 6- سرسید رحمہ اللہ کو پھلوں میں پسند تھا: (A) سیب اور خربوزے (B) خربوزے (C) آم اور خربوزے (D) آم
- 7- سرسید رحمہ اللہ نے مطالعہ کی عادت اپنائی: (A) کالج سے (B) اسکول سے (C) ابتدا سے (D) دوستوں کو دیکھ کر
- 8- سرسید رحمہ اللہ خطوں کا جواب دینے میں تھے: (A) فیاض (B) کنجوس (C) جواب نہیں دیتے تھے (D) جواب دیر سے دیتے
- 9- سرسید رحمہ اللہ نے خطبات احمدیہ کتنی مدت میں لکھی: (A) دو سال میں (B) ایک سال میں (C) تین سال میں (D) ڈیڑھ سال میں
- 10- سرسید رحمہ اللہ نے خطبات احمدیہ کس ملک جا کر لکھی: (A) عرب (B) ولایت (C) جرمنی (D) سپین

- 11- ظرافت اور خوش طبعی ان کی تھی:
- (A) تحریر میں (B) جبلت میں (C) مضمون میں (D) شاعری میں
- 12- خطبات احمدیہ لکھتے ہوئے سرسید رحمۃ اللہ علیہ کو مرض لاحق ہو گیا تھا:
- (A) دل کا (B) جگر کا (C) پاؤں کا (D) سر کا
- 13- سرسید رحمۃ اللہ علیہ کی غیر معمولی ذہانت کی وجہ تھی:
- (A) مطالعہ (B) دائمی غور و فکر اور دماغی محنت (C) قوتِ حافظہ (D) ان میں سے کوئی نہیں
- 14- سرسید رحمۃ اللہ علیہ راست بازی کو سمجھتے تھے:
- (A) زندگی (B) دین (C) ایمان (D) دین و ایمان
- 15- نواب محسن الملک کی پہلی ملاقات سرسید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی:
- (A) 1861 (B) 1862 (C) 1871 (D) 1881
- 16- سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے معاف کرنا کس سے سیکھا:
- (A) ماں سے (B) باپ سے (C) خود سے (D) دین سے
- 17- سرسید رحمۃ اللہ علیہ کو بہت لگاؤ تھا اپنے:
- (A) کنبے سے (B) کالج سے (C) گھر سے (D) دولت سے
- 18- سرسید رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی کی موت کا صدمہ نہیں بھولے:
- (A) دس سال (B) پندرہ سال (C) بیس سال (D) پانچ سال
- 19- سرسید رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کو زندگی کا ایک سمجھتے تھے:
- (A) حصہ (B) غصہ (C) جزو (D) کچھ نہیں
- 20- سرسید رحمۃ اللہ علیہ کا غریب پیشہ وروں اور مزدوروں سے برتاؤ تھا:
- (A) حاسدانہ (B) حقیرانہ (C) فیاضانہ (D) عامیانہ
- 21- کتاب کی تلاش میں ہوتے اور مل جاتی تو اس کو لیے بغیر نہ چھوڑا چاہے اس کی قیمت ہوتی:
- (A) دس گنا (B) بیس گنا (C) پانچ گنا (D) سو گنا
- 22- وطن سے محبت تھی:
- (A) عام سی (B) مثالی (C) عجیب طرح کی (D) دیوانی
- 23- سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کے خاص اوصاف تھے:
- (A) تیار داری (B) بہادری (C) مذہب کی حمایت (D) سیر چشمی اور فراخ حوصلگی
- 24- کون سی بات سرسید رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے زیادہ ناگوار گزرتی تھی؟
- (A) جب کوئی چندہ نہ دیتا (B) راست بازی پر الزام (C) مذاق کرنا (D) گالی دینا
- 25- سرسید رحمۃ اللہ علیہ کسی کی طعن و ملامت سے نہ ڈرتے _____ بات کہنے میں:
- (A) غلط (B) جھوٹ (C) سچ (D) فضول

- 26- سرسید رحمہ اللہ کبھی دشمنوں سے نہ لیتے:
 (A) چندہ (B) انتقام (C) حلف (D) حوصلہ
- 27- کھانا کھاتے ہوئے بشاش نہ ہوتے جس دن کوئی نہ ہوتا:
 (A) بھائی (B) رشتہ دار (C) مہمان (D) افسر
- 28- جو خط پانی پت سے علی گڑھ بھیجا جاتا اس کا جواب آ جاتا:
 (A) دوسرے دن (B) تیسرے دن (C) چھٹے دن (D) پانچویں دن
- 29- جب _____ کا ذکر آتا تو سرسید رحمہ اللہ کا دل اُمدے بغیر نہیں رہتا۔ (بورڈ 2018ء)
 (A) علی گڑھ (B) پانی پت (C) دلی (D) مدراس
- 30- سرسید رحمہ اللہ کے مطالعے کا مقصد ہوتا تھا:
 (A) عبارت سے لطف اٹھانا (B) عبارت سے دل بہلانا (C) مصنف کے خیالات سے واقفیت (D) تفریح طبع
- 31- سرسید رحمہ اللہ کا دسترخوان بہت کم خالی ہوتا:
 (A) دوستوں سے (B) مہمانوں سے (C) رشتہ داروں سے (D) دوستوں اور مہمانوں سے
- 32- مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ فوت ہوئے:
 (A) 1904ء (B) 1914ء (C) 1916ء (D) 1924ء

جوابات

A	-5	B	-4	D	-3	B	-2	D	-1
B	-10	D	-9	A	-8	C	-7	C	-6
A	-15	D	-14	B	-13	C	-12	B	-11
C	-20	B	-19	C	-18	A	-17	A	-16
C	-25	B	-24	D	-23	C	-22	B	-21
C	-30	C	-29	B	-28	C	-27	B	-26
						B	-32	D	-31

☆☆☆☆☆